دار الافتاء
فتوی نمبر ۳۸/۱۳۴۹
مورخہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں ۔ کہ

اگر حمل چار ۴ ماہ یا اس سے زیادہ کا ہو ۔ اور اس حمل کے باقی رہنے کی وجہ سے عورت کی جان کو شدید خطرہ ہو ۔ ماہر ڈاکٹر یہ کہے کہ اگر حمل کو ضائع نہ کیا گیا تو عورت کی جان کو خطرہ ہے ۔ اب اس صورت میں شریعت کا کیا حکم ہے ۔

اگر ہم امہات الکتب کی طرف مراجعت کرتے ہیں تو کہیں یہ ملتا ہے کہ "جان پڑنے کے بعد حمل ساقط کرنا جائز نہیں" جیسا کہ فتاوی شامیہ ۳/۱۷۶ سعید ہندیہ ۵/۳۵۶ البحر الرائق ۸/۳۷۶ وغیرہ ۔ اور اسی طرح اردو فتاوی میں مثلاً احسن الفتاوی (۸/۳۴۷) اور فتاوی رحیمیہ (۱۰/۳۱۳ - ۱/۲۸۷) وغیرہ میں ۔

ان فتاوی میں ہے کہ جان پڑنے کے بعد حمل ساقط کرنا بالکل جائز نہیں ۔ نیز احقر نے دیگر فتاوی میں بھی دیکھا لیکن ابھی تک کسی بھی کتاب میں ۴ ماہ کے بعد حمل کے ساقط کرنے کا جواز نہیں ملا اگرچہ کوئی عذر بھی کیوں نہ ہو ۔

سائنس نے ترقی کی ہے ۔ اور بعض دفعہ ڈاکٹر حضرات پورے وثوق کے ساتھ یہ کہتے ہیں کہ ماں اور بچے میں سے کوئی ایک بچے گا بس ! ۔ اس وقت شوہر کیا کرے اور ڈاکٹر کو کیا بولے کیا یہ بولے ... کہ بیوی کو مار دیں اور بچہ بچائیں ؟؟؟؟؟

جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کہ آپریشن کے وقت ڈاکٹر دستخط کراتے ہیں ۔ اور یہ کہتے ہیں کہ دونوں میں سے ایک ..... بیوی یا بچہ !

ہم اگر کسی کو یہ مسئلہ بتاتے ہیں تو وہ کہتے ہیں یہ کہتے ہیں کہ کیا ہم اپنی بیوی کو مار دیں ۔ ؟ اپنے اس بچے کے لیے جو ابھی تک دنیا میں آیا بھی نہیں ۔ براہ کرم اس مسئلہ کی وضاحت کر دیں ۔ اگر کوئی گنجائش ہو تو وہ بھی بتا دیں ۔

احقر محمد خان فیروز
0332-3158545

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر حمل کو چار ماہ یا اس سے زیادہ عرصہ گزر چکا ہو اور بچہ ماں کے پیٹ میں زندہ ہو تو بچے یا ماں کی جان کو لاحق خطرہ کے محض امکان یا اندیشے کی وجہ سے اُس کو ضائع کروانا ہرگز جائز نہیں، قتلِ انسانی کے حکم میں ہے، البتہ اگر ڈاکٹروں کی تحقیق اور مشوروں سے یہ غالب گمان ہو جائے کہ معمول کی پیدائش تک انتظار کی صورت میں ماں کی جان ضائع ہونے کا شدید خطرہ ہے اور ڈاکٹر آپریشن کی رائے دیتے ہوں تو ماں کی جان بچانے کے لئے آپریشن کروانا جائز ہے، تاہم اس صورت میں بھی حتیٰ الامکان بچے کی جان بچانے کی پوری کوشش کی جائے، پھر اگر ڈاکٹروں کی کوشش اور احتیاط کے باوجود بچہ فوت ہو جائے تو کسی پر اس کا گناہ نہیں ہوگا۔(مأخذہٗ التبویب: ۱۱۷۱/۴۴)

فی الشامیة (۱۷٦/۳)

مطلب فی حکم إسقاط الحمل

(قولهٗ : وقالوا إلخ) قال فی النهر : بقی هل یباح الإسقاط بعد الحمل نعم یباح ما لم یتخلق منه شیء ولن یکون ذلك إلا بعد مائة وعشرین یوما وهذا یقتضی أنهم أرادوا بالتخلیق نفخ الروح وإلا فهو غلط لأن التخلیق یتحقق بالمشاهدة قبل هذه المدة کذا فی الفتح ۔

وفیها ایضاً (۳۷٤/٦)

والنفخ مقدر بمائة وعشرین یوما بالحدیث ۔

وفی الدر المختار (۲۳۸/۲)

(حامل ماتت وولدها حی) یضطرب (شق بطنها) من الأیسر (ویخرج ولدها) ولو بالعکس وخیف علی الأم قطع وأخرج لو میتا وإلا لا کما فی کراهة الاختیار ۔

وفی الشامیة تحتهٗ :

(قولهٗ : ولو بالعکس) بأن مات الولد فی بطنها وهی حیة ۔

(قولهٗ : قطع) أی بأن تدخل القابلة یدها فی الفرج وتقطعه بآلة فی یدها بعد تحقق موته ۔

(قولهٗ : وإلا لا) أی ولو کان حیا لا یجوز تقطیعه لأن موت الأم به موهوم فلا یجوز قتل آدمی حی لأمر موهوم ۔

(جاری ہے)

وفی الهندیة (٣٥٦/٥)

العلاج لإسقاط الولد إذا استبان خلقه كالشعر والظفر ونحوهما لا يجوز وإن كان غير مستبين الخلق يجوز وأما في زماننا يجوز على كل حال وعليه الفتوى كذا في جواهر الأخلاطي وفي اليتيمة سألت علي بن أحمد عن إسقاط الولد قبل أن يصور فقال أما في الحرة فلا يجوز قولا واحدا وأما في الأمة فقد اختلفوا فيه والصحيح هو المنع كذا في التتارخانية ـ ...... وخلقه لا يستبين إلا بعد مائة وعشرين يوما أربعون نطفة وأربعون علقة وأربعون مضغة كذا في خزانة المفتين وهكذا في فتاوى قاضي خان ـ واللہ سبحانہ أعلم

(بندہ محمود الحسن عفی عنہ)

دار الافتاء جامعہ دار العلوم کراچی

۲۴/ربیع الثانی ۱۴۳۲ھ

30/مارچ 2011ء

الجواب صحیح

محمد عبد المنان عفی عنہ

۲۹/۴/۱۴۳۲ھ

الجواب صحیح

احقر محمود اشرف غفر اللہ لہ

۲۷/۴/۱۴۳۲ھ

نائب مفتی

مفتی

دار الافتاء

فتوی نمبر ۳۸/۱۳۴۹

مورخہ ۲۹/۴/۳۲ھ